ان الفاظ سے اشارہ فرمایا کہ اگر اسے سونے کی دو بھری وادیاں بھی مل جائیں تو یہ تیسری کی تلاش میں رہیگا پیٹ اور خواہشات ، یہ انسان جیسے ناتواں اور محتاج مخلوق کے فطری تقاضے تھے ، قدرت نے اسے روکا نہیں بلکہ پوری فیاضی سے اس ساری کائنات کو عرش سے لیکر فرش تک اس کی جسمانی خدمت پر لگا دیا ، یہ چاند ، یہ ستارے ، یہ آسمان ، یہ زمین ، یہ سمندر اور یہ ہوائیں ، یہ بادل اور یہ بارشیں سب اسکی جسمانی حاجتوں اور تقاضوں کا مجسم جواب ہیں ، وہ اس کے لئے مسخر ہیں ، اور اس وسیع کائنات میں ابر و باد اور مہ و خورشید سب کی ترک تازیاں اسی مٹھی بھر جسم "جسدِ انسانی" کی خاطر ہیں ، پھر کیا انسان جو کائنات کے ذرہ ذرہ ، کیا ہوا کیا پانی ، کیا دھوپ کیا مٹی ، ہر چیز کا محتاج ہے ، اس کا مقصد بھی صرف دیگر چرند اور پرند کی طرح چرنا کھانا پینا ہے ۔ اگر یہی مقصد ہوتا تو بڑی حیرت اور تعجب کی بات ہوتی کہ ان چیزوں میں تو انسان سے ایک سے ایک بڑھ کر مخلوق چوپائے اور درندے موجود ہیں ۔۔ کھانے پینے میں تو گدھا اور ہاتھی اس سے زیادہ آسودہ ہے ، نہ ہل جوتنے نہ بونے نہ کاٹنے نہ صاف کرکے پکانے کی فکر ہے نہ پوشاک کی نہ مکان کی ، شہوت رانی میں وہ ایک چڑیا کا مقابلہ نہیں کرسکتا قوت اور طاقت میں ایک معمولی درندہ اس پر غالب ہے ، پھر یہ سراپا احتیاج ہے ، مگر کائنات کی کوئی چیز اسکی محتاج نہیں ، یہ عناصر اور مادیات کے بغیر پل بھر کے لئے زندہ نہیں رہ سکتا ، مگر اسکی پوری نوع بھی مٹ جائے تو پانی ، ہوا ، آگ ، چاند ، سورج اور زمین کا کیا بگڑ سکتا ہے ، پھر اس پر کیا سرخاب کے پر لگے ہوئے تھے کہ اسے پوری کائنات پر فضیلت دی گئی اور اسے اس عالمِ آب و گل میں اللہ کا خلیفہ بنایا گیا اور تمام عالمین پر اسکو شرافت اور کرامت دی گئی ۔۔۔

موٹی سی بات ہے کہ اگر انسان کا مقصد پیدائش اور اس کا نقطۂ معراج صرف وہ ہوتا جو بیسویں صدی نے سمجھ لیا ہے کہ انسان صرف چھوٹے پیمانہ پر "کھاد کی ایک مشین" بن کر رہ جائے ۔ حیوانات اور درندے بھی اسکی درندگی اور اس کے اٹھائے ہوئے شر و فساد سے سر پیٹ لیں ۔ اسکی ہوسنا کیوں کو دیکھ کر شیطان بھی الاماں پکار اٹھے تو یہ چیز خدائے بزرگ و برتر کی حکمتوں اور اسکی شانِ عدل کے خلاف ہوتی کہ "کھاد کی مشین" کو پوری کائنات اور اسکی بزرگ ترین مخلوق ملائکہ تک ایسی فضیلت دی جائے اور سب کو اسکی بیگار میں لگا دیا جائے ، اگر ہماری طبیعت ایک غیر منصفانہ اور عقل و فہم سے کوسوں دور کوئی فیصلہ گوارا نہیں کرسکتی ، تو خدائے حکیم و علیم جیسی غیور ذات کی غیرت کب اسے گوارا کرسکتی تھی ۔۔؟ آفرینشِ آدم سے لیکر اب تک وہ ہمیں میثاقِ ازلی کا دیا ہوا سبق دہرا دہرا کر کہہ رہا ہے کہ

اس سارے ہنگامۂ ہاؤ ہو کا مقصد چند روزہ زندگی کی عیاشی کرنا، ڈبل روٹی کھانا، کلرکی کرنا اور خوشی و خرمستی میں بھول جانا نہیں بلکہ یہ ساری چیزیں تو ایک بلند و برتر مقصد حاصل کرنے کا ذریعہ اور اصل منزل تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں، اصل مقصد تو دائمی سرخروئی اور ابدی زندگی کا حصول ہے۔ نفسانی خواہشات اور حیوانی تقاضوں کو کنٹرول کر کے انسانیت کی معراج تک پہنچنا ہے، آفاق اور انفس میں پھیلے ہوئے اس وسیع کارخانۂ قدرت کو اپنے خالق کی پہچان اور اس کے دئیے گئے وسائل اور قوتوں کو اسکی رضامندی کا ذریعہ بنانا ہے۔ اس مقصد کی پہچان اور اسے حاصل کرنے کی جدوجہد اسے صحیح معنوں میں انسان اور خلیفۃ اللہ بناتی ہے، اور وہ پیٹ کا نہیں بلکہ اللہ کا بندہ بن جاتا ہے، وہ لاالٰہ الا المادۃ والمعدۃ کا نہیں بلکہ لاالٰہ الا اللّٰہ کا نعرہ لگاتا ہے، وہ اپنے بنی نوعِ انسان کو ذلیل و خوار اور اسے ہڑپ نہیں کرتا بلکہ اس کے غم اور رنج کو اپنا غم اور اسکی خوشی کو اپنی خوشی سمجھتا ہے، وہ اپنے پیٹ کو کاٹ کر دوسروں کی حاجت روائی کرتا ہے وہ لوٹ کھسوٹ ظالمانہ استحصال اور طبقاتی نفرت کا نہیں بلکہ عدل و انصاف، ایثار و محبت کا پیکر مجسّم بن جاتا ہے اگر اس کے پڑوس میں کوئی بیمار ہے تو یہ کراہتا ہے، بھوکا ہو تو تڑپتا ہے، ننگا ہو تو کپکپاتا ہے، الغرض وہ شیطان اور درندوں کا نہیں بلکہ خدائے حی و قیوم کی شانِ عدل و کرم کا ایک چلتا پھرتا نمونہ بن جاتا ہے، اور اسی طرح وہ پوری انسانیت کو اللہ کے ایسے سایۂ رحمت میں ڈھانپ لیتا ہے، جہاں نہ خوف ہے نہ حزن نہ بے چینی اور نہ اضطراب نہ حرص و ہوس ہے اور نہ ظلم و بے انصافی نہ استحصال ہے نہ حقوقِ انسانی کی پائمالی اور نہ انسان کے دکھ درد سے غلط فائدہ اٹھانے کی سیاسی عیاریاں بلکہ ہر چیز اپنے مرکز اور اپنے نقطہ پر قائم اور چاروں طرف سکون ہی سکون ہے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاشرہ قائم کیا وہ اس دورِ عافیت و اطمینان کا نقطۂ معراج تھا۔ اور انہوں نے قیامت تک انسانیت کی فلاح کیلئے یہی شاہراہ متعین کی۔

مگر پھر کیا ہوا ــــ؟ اس عہدِ سعادت سے ہم جتنے دور ہوتے گئے۔ شر و فساد اپنی ظاہری رعنائیوں کے ساتھ ہم پر مسلط ہوتا گیا، مادہ پرستی اور نفس پروری کی نظر فریب روشنی سے آنکھیں چندیا گئیں ــــ ہم مقصد و منزل کو جانے والے جادۂ حق سے ڈگمگانے لگے۔ یہاں تک کہ انیسویں صدی میں مغرب اور اسکی خدابیزار تہذیب نے نہ صرف ہماری بلکہ پوری انسانیت کی گاڑی منزل تک پہنچنے والی پٹڑی سے اتار دی، مقصدِ تخلیق کو فراموش کر دیا۔ ہم سیرت و اخلاق، روح اور ایمان کو بھول گئے اور مادیت کے سنہری جال میں پھنس کر کشاں کشاں ہلاکت اور بربادی کی طرف

دوڑنے لگے پرکار جب تک اپنے نقطہ پر برقرار رہے تو سارے نقشے ٹھیک بنتے ہیں اور اگر بال برابر بھی مرکز سے ہٹ جائے تو سارے دائرے ٹیڑھے ہوجاتے ہیں۔ انسان نے انا الحیوان (میں ایک مہذب حیوان ہوں) کی صدا لگائی اپنے مرکز ثقل مقام انسانیت سے ہٹ گیا اور نتیجہ اس عظیم الشان بے چینی افراتفری اور تباہی کی شکل میں ظاہر ہوا جو آج ہمارے سامنے ہے ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔ کی ایسی ہولناک تصویر اب تک تاریخ کے کسی دور میں ہمارے سامنے نہیں آسکی مقصد کو بھول جانے والا مادیت کا پرستار انسان، پیٹ اور اسکی خواہشات کے سامنے کتنا مجبور و بے بس ہے، اسکی تصویر مغربی مادیت اور اس کے رد عمل میں رونما ہونے والے معاشی اور اخلاقی معاشرہ کی شکل میں ہمارے سامنے ہے، وہ کبھی اپنی تشنگی کی تسکین کی خاطر خوشحال اور آباد بستیوں کو راکھ کا ڈھیر بنا دیتا ہے، کبھی اپنے ظلم و عدوان کیلئے نئی نئی آبادیاں ڈھونڈھتا ہے، اس جذبۂ حیوانیت نے صرف ایک جنگ عظیم میں ۲ کروڑ انسانوں کو ہلاک اور مجروح کروایا، ۱۵ کروڑ گھر تباہ ہوئے، ڈھائی کروڑ افراد اجڑ گئے، ہیروشیما اور ناگاساکی جہنم کدہ بن گئے، اسی خدا فراموشی نے کوریا کی معمولی دو سالہ جنگ میں پچاس لاکھ انسانوں کی ہلاکت اور ایک کروڑ افراد کے مجروح ہونے کی شکل اختیار کی، اس خود غرضانہ تمدن نے ہمیں انسانی رشتوں سے بے نیاز کر دیا ہم صلہ رحمی کو دقیانوسیت سمجھنے لگے۔ بڑے بوڑھوں اور اپاہجوں کو مروانے کی تجویزیں پیش کیں، یہاں تک کہ جگر کے ٹکڑوں معصوم بچوں کا گلہ فیملی پلاننگ اور برتھ کنٹرول جیسے خوشنما ناموں کے پردہ میں گھونٹنے لگے مادر پدر آزاد بننے کے بعد پورے معاشرہ کو آئین، قانون، اخلاق و روایات کی بندشوں سے آزاد کرانے کیلئے "ہیپی ازم" کا ایک پورا فلسفہ کھڑا کر دیا، ناتوان اور بے کس مخلوق عورتوں کو مساوات کے نام سے زندگی کی کٹھن جدوجہد میں جوت دیا۔ اخلاق اور شرافت کے نقوش خواہشات کی بھٹی میں پگھلنے لگے اور عفت و عصمت نام کی کوئی چیز بھی ایک گالی بن کر رہ گئی اور اس تہذیب کے صدقے جو جنسی پیاس پیدا ہوئی اسکی تسکین کیلئے کتوں اور خنزیروں سے بھی کام لینے میں بخل نہیں کیا گیا، یہاں تک کہ ہم جنس پرستی کے حق میں اسی تہذیب کے اولین مرکز برطانیہ میں بھرے ایوان نے تالیوں کی گونج میں قرارداد منظور کی۔ بوڑھا اور لب گور عیار برطانیہ جاتے جاتے امریکہ کی شکل میں اپنا جو تنومند اور دیوہیکل حرامی بچہ چھوڑ گیا ہے وہ نئے جوش اور ولولہ سے بھرپور ہوکر اس جانشینی کا حق ادا کرنا چاہتا ہے اور آج کی خبر ہے ٹائم اخبار کے حوالہ سے کہ امریکہ کے ہم جنس پرست پورے زور شور سے منظم ہوکر اسے سرکاری طور پر جائز اور انسانی حق قرار دینا چاہتے ہیں۔ اور ایک اندازہ کے مطابق امریکہ کے ۲۶ لاکھ مرد

اور ۱۲ لاکھ عورتیں ہم جنس پرستی کے اس شوق کا قانونی مظاہرہ کروانا چاہتی ہیں، ہوسِ زر اور خواہشات نفس کے اس جذبہ نے لوٹ کھسوٹ جلبِ زر اور حصولِ دولت کی عجیب عجیب شکلیں اختیار کیں صنعتی اور مشینی دور شروع ہوا جس کے نتیجہ میں مٹھی بھر افراد رزق کے خزانوں پر قابض ہوئے اور انسانوں کی اکثریت اس مشینی دور کے صدقے بھوک افلاس اور بیماریوں سے کراہنے لگی۔ ایثار، اخلاص اور ہمدردی کی بجائے قومی، علاقائی، لسانی، طبقاتی اغراض معیارِ شرافت بن گئے اور جو بھی انسانوں کا جتنا خون پسینہ چوس سکا اُسے معاشرہ نے زیادہ عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھا۔

یہ انسان کا ایک ظالمانہ غیر فطری اور غیر انسانی مظاہرہ تھا۔ پھر جب ہر غیر فطری عمل کا ردِ عمل بھی غیر فطری ظاہر کرانا قانونِ قدرت ہے، تو لازم تھا کہ اس کا ردّ عمل بھی اتنا ہی شدید اور سفاکانہ ظاہر ہو جائے نتیجہ بیسویں صدی کے آغاز ہی میں سوشلزم اور کمیونزم کی شکل میں ظاہر ہوا، جس نے انسانیت کے رہے سہے تمام اقدار اور اخلاق بھی تہس نہس کر دئے، مظلوم اور مجبور کی ہمدردی کے نام پر پوری انسانیت سے ہولی کھیلی گئی، غریب اور کسان کے نام سے تمام وسائل رزق پر چند غنڈوں نے پارٹی اور جماعت کی شکل میں قبضہ کیا، مساوات، اشتراکیت اور غریب پروری کے خوشنما پردوں میں انسانی فطرت، انسانی ضمیر، ابدی اقدار اور روحانی مقاصد روندے گئے، حقیقی مقصدِ حیات کی ذراسی جھلک بھی مذہب، تعلیم اور اخلاق کی شکل میں دکھائی دی، اس کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا، اور اس ساری جدوجہد کی اساس بھی مادیت اور تن پروری پر ہی رکھی گئی، ایسی مادیت جو نہ مذہب کی روادار تھی، نہ خدا اور نہ انسانی اقدار اور روایات کی —— یہ نئی مادیت بھی سوشلزم وغیرہ کی شکل میں انسان کو ایک "سنہری جنت" اور اسکی بھول بھلیوں میں ڈال دیتی ہے، اور روٹی کے چند ٹکڑوں اور چند ٹکوں کی خاطر انسان کے تمام اعلیٰ و ارفع مقاصدِ حیات خرید لیتی ہے، اور یہ ہے وہ "سرخ جنت" جسکی خاطر روس میں بالکل ابتدائی ایام میں کروڑوں افراد قتل، جلاوطن، مجروح اور عمر بھر زندہ درگور کر دئے گئے، اور چین میں ڈیڑھ کروڑ زمیندار پھانسی پر لٹکائے گئے، جبر و تشدد سے نہ کہ نظریہ کی صداقت کے زور سے، مزدور اور کسانوں کے نام پر "اشتراکیت" کا جو ہوا کھڑا کر دیا گیا، خود اسٹالن معترف ہے کہ ایک کروڑ تو صرف کسان مارے گئے، صرف یہی نہیں بلکہ سٹالین نے کمیونزم کے قیام کے لئے پانچ کروڑ مسلمانوں کو قتل کیا اور یہ تمام تشدد صرف مال چھیننے کے لئے نہیں تھا بلکہ ذاتی عقیدہ، دین، فطری آزادی، شخصی آزادی اور تمام اخلاقِ فاضلہ اس کے بھینٹ چڑھا دئے گئے۔ دین اور انسانیت کی اس قربان گاہ پر جو کتبہ نصب کئے

گئے ، یہاں ہم ان میں سے صرف ایک کتبہ پیش کرتے ہیں جو مسلمانوں سے متعلق ہے اور چینی صدر ماؤزے تنگ کے پیروؤں اور چینی لیڈروں کا ایک پیغام ہے جس کا متن یہ ہے :-

" اے مسلمانو ! گوش ہوش سے سن لو آج کے بعد تمہیں ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ تم اپنے چہروں پر دین کا نقاب ڈال سکو ورنہ ہم تمہیں جلاوطن یا نیست و نابود کردیں گے ، آج کے بعد تمہیں گائے کی بجائے خنزیر کا گوشت کھانا پڑے گا ، آج کے بعد تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ تم اپنے اوقات نماز میں ضائع کرو ، قرآن کی تلاوت کرو ۔ اے مسلمانو ! پورے غور سے سنو تمہیں اپنی مساجد اور مدارس کو ڈھانا ہوگا اپنی اسلامی تعلیمات کو توڑنا ہوگا ، نماز کو خیرباد اور ختنے سے اجتناب کرنا ہوگا ۔

(اسلام اور کیمونزم ص ۹۶ بحوالہ چینی اخبار تن بات باؤ ہانگ کانگ) ۱۱ر نومبر ۱۹۶۷ء

یہ ہے وہ ردّعمل جو مغرب کے سامراجی نظام کا غیرفطری جواب تھا جس نے معاشی ترقی روک دی ، شرف انسانیت توڑ دیا ، انسانی اخوت اور تصوّر آخرت سے ہمیں محروم کردیا ، اس وقت دونوں نظاموں کا تجربہ ہمارے سامنے ہے ہم ایک چوراہے پر کھڑے ہیں اور ہمیں فیصلہ کرنا ہے ، ہمارا اہم ترین مسئلہ صرف اقتصادی اور معاشی نہیں ، ہمیں اپنے روحانی علمی ، اخلاقی اور دینی امراض کا بھی علاج کرنا ہے ۔ بیشک معاشی عدم توازن فوری اصلاح طلب ہے مگر ہمارا معاشرہ ، ہماری سیاست اور ہماری تہذیب جس انارکی اور انتشار کا شکار ہو رہے ہیں ، اس کی وجہ صرف بھوک ، فقر اور معاشی بدحالی نہیں کیونکہ خوشحال اور فارغ البال گھرانے اس انارکی اور خرابی کے زیادہ شکار ہیں ۔ اگر یہاں کے گیارہ کروڑ انسانوں میں سے ہر شخص معاشی لحاظ سے قارون بھی بن جائے تب بھی اصل مسئلہ حل نہیں ہوگا ۔ اصل مسئلہ وہی ہے جو ابتداء میں بیان ہوا کہ ہم ایک مادہ پرست قوم نہ بنیں ، مسلمان بن جائیں ، صرف جسم پیٹ اور صورت پر نظر نہ ہو ، اخلاق ، ایمان ، اعمال صالحہ بھی ملحوظ رہیں ، ہم یورپ اور سوشلسٹ ممالک کیطرح ایک خوشحال حیوان نہیں بلکہ زمین میں اللہ کا خلیفہ اور خیر امت ، امت محمدیہ کا ایک حسین نمونہ بن جائیں اور یہ تب ہوگا کہ ہم اپنے مقام اپنے نظریہ اپنے مقصد حیات اور اپنے فرائض کو پہچان سکیں یہی ایک صورت ہے جو ہمیں معاشی مسائل سے بھی نجات دلاتی ہے اور معاشرتی خرابیوں سے بھی ۔ اور اس سے نہ صرف ہمارا جسم اور پیٹ بلکہ روح اور ضمیر بھی عافیت اور سکون کی نعمت سے آسودہ ہوسکتا ہے ، اب ہمیں فیصلہ کرنا ہے کہ کونسا راستہ اپنے لئے پسند کریں ۔ !

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ۔

سمیع الحق

۱۲ر نومبر ۱۹۶۹ء